اختر راہی

ملک نصراللہ خان عزیز

چند یادیں

۱۹۶۳ء کا ذکر ہے۔ واہ کینٹ کے دہلکو دواخانہ میں ایک صاحب کو آتے جاتے دیکھتا۔ جب آتے ان کے ہاتھ میں ایک بنڈل ہوتا۔ ایک پرچہ دواخانے کے کاؤنٹر پر رکھتے، علیک سلیک اور چند منٹ کی گفتگو کے بعد چلے جاتے۔ ایک دن حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ یہ صاحب کونسا پرچہ دے جاتے ہیں؟ انھوں نے سہ روزہ "ایشیا" میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کے بعد معمول بن گیا کہ جوں ہی پرچہ آتا پہلے مجھے دے دیا جاتا اور میں ایک دن میں پڑھ کر واپس کر دیتا۔ اس طرح "ایشیا" کے توسط سے ملک صاحب سے تعارف ہوا۔

میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوا تو "ایشیا" کی خریداری اختیار کرلی اور ملک صاحب کے کالموں، سیر و سفر، تیر و نشتر کو دلچسپی سے پڑھتا تھا، گاہے گاہے ملک صاحب کی منظومات بھی شائع ہو جاتی تھیں۔ وہ نہایت کم گو تھے لیکن ان کی نظموں میں احیائے اسلام کی تڑپ محسوس ہوتی تھی۔ "ایشیا" کے مختلف پرچوں سے ان کی نظمیں اپنی بیاض میں نوٹ کیں اور آخر ایک روز انھیں مجموعہ ترتیب دینے کے لیے خط لکھا اور ساتھ ہی اپنی پسندیدہ نظم یا غزل بھیجنے کی معصوم خواہش کا اظہار کیا۔ جواب میں ملک صاحب نے لکھا۔

مکرمی اختر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ جواب میں گزارش ہے کہ میرے کلام کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ میں اسے مجموعے کی صورت میں شائع کیے جانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ بعض دوستوں کے حسنِ ظن کی بنا پر اصرار ہے مگر ابھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں چند شعر لکھتا ہوں۔

والسلام

نصراللہ خاں عزیز

اس کے بعد اپنی معروف نظم "رضائے دوست" نقل کی ہے۔ ملک صاحب پر دوسری دلچسپیاں اس قدر حاوی تھیں کہ شاعری کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے تاہم انھوں نے کچھ کلام یادگار چھوڑا ہے۔ ان کا مجموعۂ کلام "کاروانِ شوق" کے نام سے شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔

متذکرۃ الصدر خط انھوں نے راولپنڈی سے لکھا تھا۔ حسنِ اتفاق سے راولپنڈی کی اسلامی جمعیت طلبہ نے انھیں اپنے اجتماع میں مدعو کیا۔ ملک صاحب نے "زندگی کی گزرگاہوں میں" کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ یہ ان کی زیارت کا پہلا موقع تھا۔

اس کے بعد ملک صاحب کی ذات سے دلچسپی بڑھتی گئی۔ وہ مولانا آزاد کے ساتھیوں میں سے تھے اور جماعت اسلامی میں آنے کے بعد ان سے اختلافِ نظر بھی تھا تاہم ان سے تعلق خاطر قائم رہا۔ مجھے مولانا آزاد کے افکار و کردار کا مطالعہ کرتے ہوئے ان سے اکثر خط و کتابت کا موقع ملا۔ خطوط تمام تر میری طرف سے لکھے گئے اور انھوں نے ہمیشہ جواب سے سرفراز فرمایا۔ تلاش کرنے پر ان کے چند مکتوبات مل سکے۔

مولانا آزادؒ نے تحریک نظم جماعت قائم کی تھی اور ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے بیعت کی تھی۔ ان بیعت کرنے والوں میں خواجہ عبدالحی فاروقی بھی تھے۔ خواجہ صاحب اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے اور کالج سے باہر درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ ملک صاحب اسلامیہ کالج کے طالب علم تھے۔ اور باقاعدگی سے خواجہ صاحب کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ان کے بارے میں لکھتے ہوئے ملک صاحب سے رابطہ قائم کیا گیا۔ جواب میں انھوں نے لکھا۔

مکرمی اختر صاحب زید مجدہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خواجہ عبدالحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے شرف تلمذ حاصل رہا ہے میں نے ان کے بارے میں تذکرہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے مجھے راہِ جہاد پر ڈالا اور میں ان کا احسان مند ہوں مگر جن پرچوں میں مَیں نے ان کا تذکرہ کیا ہے اب وہ میرے سامنے نہیں ہیں۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کس سال میں یہ مذکور ہوا۔ اس کے لیے آپ کو خود تکلیف کرنی ہوگی۔ میں نے جو مضامین "زندگانی کی گزرگاہوں میں" کے عنوان کے تحت لکھے تھے ان میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مل جائے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس سے زیادہ آپ کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کوثر اور ایشیا کی فائلیں مل جائیں تو ذرا انھیں کھنگال لیجیے۔

مولوی فتح محمد صاحب امیر جماعت اسلامی راولپنڈی سے ضرور رجوع فرمائیے۔ انھوں نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ ان کے پاس کوثر کا فائل ہے۔ ایشیا کا بھی ہوگا۔ میرے پاس دونوں کے فائل نہیں ہیں۔

والسلام

نصراللہ خاں عزیز

مکرر۔ اگر اس سلسلے میں آپ کو کوثر اور ایشیا کے مکمل فائل کہیں سے دستیاب ہو جائیں تو مطلع فرمائیے گا۔ مجھے خود ان کو ایک نظر دیکھنے کی ضرورت ہے عزیز"

میرے فائل میں ان کا اگلا خط ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء کا مرقومہ ہے۔ مولانا آزاد کے ایک عقیدتمند اور جماعت اسلامی میں ملک صاحب کے رفیق سردار محمد اکبر خاں مرحوم (ساکن ڈھوک شرفا کیمبل پور) کا ایک خاکہ لکھنا چاہتا تھا اور ان کے احباب سے مضامین اور تاثرات حاصل کرنا چاہتا تھا اسی سلسلہ میں ملک صاحب سے رجوع کیا انھوں نے جواب میں لکھا۔

مکرمی اختر صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا مگر میں جواب میں تاخیر پر مجبور رہوں کہ میری صحت ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ کوئی مضمون لکھ سکوں۔ سردار صاحب مرحوم کے بارے میں اوّل تو مجھے کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں۔ دوسرے جو تصورات اور تاثرات ان کے بارے میں ذہن کے اندر ہیں ان کو قلمبند کرنے کی ہمت نہیں اور سرسری سا خاکہ کچھ مناسب نہیں ہوگا اس لیے معذرت چاہتا ہوں۔ امید ہے معاف فرمائیں گے۔

سردار صاحب نہایت سمجھدار، تجربہ کار، حالات زمانہ سے واقف اور صاف گو بزرگ تھے۔ ہر دینی اور قومی تحریک پہ لبیک کہتے تھے۔ ہمیشہ بے لاگ رائے کا اظہار کرتے تھے اور نپی تلی بات کہتے تھے، معاملات کے کھرے اور جماعت اسلامی کے مسلک کے پابند تھے اور سختی کے ساتھ عامل۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین والسلام

نصراللہ خاں عزیز

مولانا آزاد کا مجموعہ مکاتیب "کاروانِ خیال" زیرِ مطالعہ تھا۔ مولانا نے نواب حبیب الرحمان خاں شروانی کو "غبارِ خاطر" کے بارے میں لکھا ہے۔

"میں قلمی مکاتیب کی جگہ مطبوعہ مکاتیب کا نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔

اس سلسلے کا پہلا مکتوب شملہ میں ایڈیٹر صاحب اخبار مدینہ نے اجمل خاں صاحب سے لے لیا تھا جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے شاید آپ کی نظر سے گزرا ہو۔ سنہ ۳۵ء

۴۵ء میں مدینہ کے ایڈیٹر کون تھے؟ جواب میں لکھا ہے" ۔ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۷۴ء

مکرمی اختر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ سنہ ۴۵ء میں مدینہ کے ایڈیٹر کون صاحب تھے یاد نہیں۔ میں سنہ ۳۶ء میں بجنور سے لاہور چلا آیا تھا۔ میرے بعد کئی اصحاب تشریف لائے اور چلے گئے۔ پہلے ایک صاحب تھے ان کا نام بھولتا ہوں۔ اس کے بعد ابو سعید بزمی مرحوم آگئے۔ غالباً سنہ ۴۵ء میں وہی ایڈیٹر تھے کیونکہ وہ سنہ ۴۷ء میں لاہور میں تھے اور اس سے قبل ہی آئے تھے بہر حال وہ انتقال کر چکے ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے ان ہی کے مراسم تھے۔ اب اس مکتوب کا ملنا میرے نزدیک ممکن نہیں۔ آپ نے لفافہ ٹکٹ لگا کر ارسال فرمانے کا تکلف ناحق کیا تاہم اس معاملے میں مولانا آزاد کا پیرو نہیں ہوں۔ وہ لفافہ واپس کر دیا کرتے تھے۔ میرے نزدیک اس میں مضائقہ نہیں کہ اسے استعمال کر لیا جائے۔ مولانا کے چند خطوط میرے پاس بھی تھے مگر میں اپنی افتادِ طبع کے مطابق ان کی حفاظت نہ کر سکا۔ امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

والسلام

نصر اللہ خاں عزیز"

اگلا خط ۲ر جولائی سنہ ۱۹۷۵ء کا مرقومہ ہے۔ محمد صدیق مستری مولانا آزاد کے شیدائیوں میں سے تھے۔ ان کے قوم پرستانہ خیالات سے آزردہ ہو کر جماعت اسلامی میں آئے مگر زیادہ عرصہ ساتھ نہ چل سکے اور چپکے سے علیحدہ ہو گئے لیکن آخر دم تک ملک صاحب سے دوستانہ روابط قائم رہے۔ مرحوم کے بارے میں کچھ لکھنے کا پروگرام بنایا تو سوالنامہ ملک صاحب کو بھی بھیجا۔ جواب میں رقم طراز ہیں۔

"مکرمی اختر راہی صاحب زاد لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ مگر آپ نے جو فرمائش فرمائی ہے وہ تو ایک مستقل کتاب کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ مستری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے بڑے محبوب دوست تھے۔ جماعت سے الگ ہو جانے کے باوجود ان کے دل سے میری محبت اور میرے دل سے ان کی محبت کا نقش زائل نہ ہوا۔ المنبر (لائل پور) کے خالد صاحب نے جب صدیق نمبر نکالنے کا ارادہ کیا تو مجھے بھی یاد فرمایا اور میں نے کوشش کرنے کا وعدہ کر لیا لیکن اول تو مسئلہ بہت اہم اور تفصیل طلب ہے دوسرے میری صحت اب اس کی متحمل نہیں کہ اتنی اہم ذمہ داری برداشت

کروں اور اس کا حق بھی ادا کروں۔

اب آپ نے ایک طرح اس سفر کے اول سے آخر تک سنگِ میل نصب کر دیے ہیں۔ ایک لحاظ سے میرا کام آسان ہو گیا ہے۔ اب صرف استطاعتِ تحریر کا مرحلہ پیشِ نظر ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا کہ آپ تشریف لاتے رہیں آپ کے مرتبہ الباب کے بارے میں اپنے خیالات عرض کرتا آپ قلم بند کر لیتے تو یہ مسئلہ دشوار طے ہو جاتا۔ اب تو صرف یہ صورت باقی ہے کہ انتہائی اختصار سے کام لوں، صرف اشارات پر اکتفا کروں اور وہ بھی اس صورت میں کہ طبیعت آمادہ ہو جائے۔ میرا اپنا دل چاہتا ہے کہ مستری صاحب کی زندگی کے وہ پہلو بیان ہو جائیں جو شاید ہی کسی اور کو معلوم ہوں مگر اس کی توفیق اللہ کے ہاتھ ہے و بیدہ التوفیق۔

میں آج کل گوجرانوالہ میں اپنے داماد اقتدار احمد خاں صاحب الیکٹرک انجینئر عرفات فین والوں کے پاس مقیم ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کب تک آب و دانہ یہاں کا ہے بہر حال آپ اس عریضے کا جواب اس پتے پر تحریر فرمائیں۔ ۲۲۴-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

والسلام خاکسار نصر اللہ خاں عزیز

خط لکھا گیا جس کا جواب لاہور سے آیا۔

"مکرمی اختر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ۷/جولائی کے گرامی نامہ کے جواب میں عرض ہے کہ میں ۴/اگست کو گوجرانوالہ سے لاہور آ گیا ہوں۔ گوجرانوالے میں دن بہت اچھے گزرے اور لاہور کے اعتبار سے مری کا لطف آ گیا۔ والسلام نصر اللہ خاں عزیز

چنانچہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۷۵ء کو لاہور حاضر ہوا۔ ٹیلی فون پر بات چیت ہوئی اور وقتِ مقررہ پر برادرم مکرم حافظ عبد الرحمان مدنی صاحب (مدیر اعلیٰ محدث) کے ساتھ ان کے درِ دولت پر حاضری دی۔ ملک صاحب کو اطلاع کرائی اور ہمیں دیکھتے ہی پوچھا آپ میں سے اختر صاحب کون ہیں؟ حافظ مدنی صاحب نے تعارف کرایا۔ ایسی گرم جوشی سے معانقہ فرمایا کہ اس کا خلوص اور گرمجوشی اب تک محسوس کرتا ہوں۔ ملک صاحب کچھ مصروف تھے۔ سرسری بات چیت ہوئی اور تفصیلی گفتگو کا وعدہ لے کر ہم واپس آ گئے۔

دوسرے روز ملاقات کی۔ دل کھول کر باتیں ہوئیں۔ مستری صاحب کے بارے میں بہت کچھ بتایا جو "مستری صاحب" پر لکھے ہوئے مضمون میں بیان کیا ہے۔

ملک صاحب نے عمدہ چائے پلائی اور خود اپنے ہاتھ سے بنا کر۔ یہ ان سے آخری ملاقات ..... تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جنت نصیب فرمائے (آمین)